کشمیر سازش کیس جموں و کشمیر لیگل ڈیفنس کمیٹی کی مطبوعات

قیمت

رپورٹ نمبر ۱ قسط نمبر ۱ عدالت میں شیخ محمد عبداللہ کے بیانات زیر دفعہ ۳۴۲ ض ف ۱۵ نئے پیسے

رپورٹ نمبر ۲ قسط نمبر ۲ حصہ اول مرزا محمد افضل بیگ کا تحریری بیان اردو ۵۰ " "

" " " " " انگریزی دو روپے

رپورٹ نمبر ۳ قسط نمبر ۳ خواجہ علی شاہ کے تحریری و تقریری بیانات زیر دفعہ ۳۴۲ ض ف ۵۰ نئے پیسے

رپورٹ نمبر ۴ قسط نمبر ۴ صوفی محمد اکبر کے تحریری و تقریری بیانات زیر دفعہ ۳۴۲ ض ف ۵۰ " "

رپورٹ نمبر ۵ قسط نمبر ۵ غلام محی الدین ہمدانی کے تحریری و تقریری بیانات زیر دفعہ ۳۴۲ ض ف ۵۰ " "

رپورٹ نمبر ۷ اور نمبر ۸ شیخ محمد عبداللہ کے خطوط جو انہوں نے جیل سے تحریر کئے اور جن کو استغاثہ نے بطور اگزیبٹ عدالت میں پیش کئے

رپورٹ نمبر ۹ (۱) شیخ محمد عبداللہ کا استغاثہ کی بحث پر مختصر جواب

اظہار حق قیمت اردو ۳۰ نئے پیسے

" انگریزی ۳۵ نئے پیسے

یہ تمام کتابیں مندرجہ ذیل پتوں سے منگوائی جا سکتی ہیں

۱۔ لیگل ڈیفنس کمیٹی شہید گنج، سری نگر

۲۔ لیگل ڈیفنس کمیٹی معرفت مردولا سارا بھائی ۴/۷ ڈیلو جینک انکلونی دہلی

مکاتیبِ شیخ



شیخ محمد عبداللہ کے اُن خطوط کا مجموعہ جو انھوں نے
۹ راگست ۱۹۵۳ء سے ۸ رجنوری ۱۹۵۸ء تک جیل سے
وقتاً فوقتاً اپنے احباب کو لکھے۔

مکاتیب شیخ

شیخ محمد عبداللہ کے ان خطوط کا مجموعہ جو انھوں نے ۹ اگست ۱۹۵۳ء سے ۸ جنوری ۱۹۵۸ء تک ـــــ وقتاً فوقتاً اپنے احباب کو لکھے۔

بار اول ـ دو ہزار

قیمت چار روپیہ پچاس نئے پیسے

خیر کشمیر ریلیف فنڈ

جی۔ ایم۔ شاہ سکریٹری لیگل ڈیفنس کمیٹی (جموں و کشمیر)

پرنٹر پبلشر نے کوہ نور پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

فہرست مضامین

پیش لفظ

(از غلام محمد شاہ)

مکاتیب شیخ کے بعد ہماری یہ کوشش ہے کہ ملفوظات شیخ میں ان تمام خطوط کو یکجا کر کے شائع کیا جائے جو شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ نے وقتاً فوقتاً ۱۹۵۳ء سے لے کر آج تک جیل سے باہر اپنے احباب اور دیگر اشخاص کو لکھی ہیں۔ ان خطوط میں وہ خطوط بھی شامل ہیں جو استغاثۂ کشمیر سازش کیس میں شیخ صاحب کے خلاف اس لئے پیش کئے گئے تا کہ وہ یہ ثابت کر سکیں کہ ان کا مدعا کشمیر میں فرقہ وارانہ منافرت پھیلانا تھا اور حکومت کشمیر کا تختہ الٹنا تھا تا کہ ریاست کو پاکستان کے ساتھ شامل کیا جائے۔ یہ خطوط محض رسمی خط و کتابت کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ ناظرین خود بخود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی حیثیت کچھ اور بھی ہے کہیں پر سیرت نبویؐ کے بے شمار گوشے اجاگر کئے گئے ہیں، کہیں تو انسانی اخلاق اور اعمال کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان خطوط میں ہر صاحب فکر و تدبر کے لئے رہبری ملتی ہے جس سے کہ موجودہ مسائل اور مشکلات آسانی سے حل ہو سکتے ہیں۔

ان خطوط میں قارئین کو ان اخلاقیات آلہیّہ اور روحانیت کے ساتھ تعارف ہوگا جن کا سرچشمہ مذہب اسلام ہے۔ اسلام میں عبادات کا انتہا "معراج" سے واضح ہوتا ہے۔ فلسفۂ معراج کو شیخ صاحب نے ان خطوط میں عام فہم طریقے سے پیش کیا ہے۔ ہر بنی نوع انسان اس مقام تک پہنچ سکتا ہے اگرچہ وہ روحانی اور اخلاقی قدروں کو اپنا معیار بنائے۔ انہی سے وہ عالم انسانی کے تمام فتنہ و فسادات سے خلاصی پا سکتا ہے اور اس بلند مقام کو حاصل کر سکتا ہے جو آج تک اولیاء، اتقیاء اور صلحاء نے حاصل کیا ہے۔ یہی حقیقت زیر ترتیب خطوط کے سطر سطر میں نمایاں ہے۔

مصائب اور مشکلات سے دل و دماغ کی صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں، اور انہی سے ایک انسان جو راہ حق میں معروف کار رہتا ہے۔ ان تمام الجھنوں پر قابو حاصل کرتا ہے جو اس کو اپنا مقصد حاصل کرنے میں پیش آتی ہیں اور جب سے فتح و کامرانی اس کے پاؤں چومتی ہے۔ راہ حق میں ثابت قدمی بہت مشکل ہے۔ وہ انہی انسانوں کو میسر ہوتی ہے جو صرف اپنا بھروسہ خدا تعالیٰ کی ایک واحد ذات پر رکھتے ہیں اور جن کا سہارا یقین کامل اور عمل پیہم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا ہے۔

تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے تو یہ بات زیادہ عیاں ہوگی کہ ایسے ہی انسانوں نے وہ معرکے طے کئے ہیں جو آج تک کوئی بھی طے نہ کر سکا، چاہے وہ دنیاوی طاقت لاؤ لشکر، جاہ و جلال کے مالک ہی کیوں نہ تھے۔

مجاہد کی کامیابی کا ایک ہی راز ہے: وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے۔ اس کے ہر قدم اور ہر ادا کا یہ منشا ہوتا ہے کہ سچائی فتحمند ہو۔ اور بندگان خدا وہ زندگی بسر کر سکیں جو ہر ایک کو اس کے اہل بنائے کہ وہ حقیقی معنوں میں زمین پر خلیفۃ اللہ کا مقام حاصل کر سکے۔ یہی باتیں ان خطوط میں شیخ صاحب نے واضح کر دی ہیں اور انہی پر چلنے سے یقینی ہے کہ وہ قوم جس کی وہ قیادت کر رہے ہیں

ضرور بالضرور اپنے منزل مقصود پر عنقریب ہی پہنچ جائیگا۔

یہ قدریں آج تک بدستور قائم و دائم رہیں۔ ان میں کبھی بھی یک سرِ مُو فرق نہ آیا۔ نا ہی آنے کا کوئی بھی اندیشہ ہے۔ کیونکہ قانونِ فطرت کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔

۱۹۳۸ء سے قبل تقاریر میں جبکہ تمام برصغیر ہند و پاکستان ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے میں لپٹا ہوا تھا۔ انہی قدروں کی وجہ سے گاندھی جی کو ایک "روشنی کی کرن" اسی کشمیر سے ملی تھی جس کی قیادت اس وقت بھی شیخ صاحب کر رہے تھے۔ اگر وہ بات ۱۹۳۸ء میں صحیح تھی تو پھر آج بھی وہ بات اُسی طرح صحیح ہے۔ مگر فرق اتنا ہے کہ ہم لوگ ان قدروں کو اپنائیں جن کا سبق شیخ صاحب ہمیں جیل میں سے مسلسل آٹھ سالوں کی نظربندی سے دے رہے ہیں۔ وہ کونسا معرکہ ہے جو پھر سر نہ کیا جائے گا۔ اور وہ کونسا منزل ہے جو حاصل نہ ہو گا؟ ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ

سرورِ دو عالمؐ کے دربار میں

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی
جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی

اے زمین از بارگاہت ارجمند — آسماں از بوسہ بامت بلند
شش جہت روشن ز تابِ روی تو — ترک و تاجیک و عرب ہندوی تو
از تو بالا پایۂ ایں کائنات — فقرِ تو سرمایۂ ایں کائنات
در جہاں شمعِ حیات افروختی — بندگاں را خواجگی آموختی
بے تو از نابودمندی ہا خجل — پیکرانِ ایں سرائے آب و گل
نالۂ مانند نے سامانِ من — آں چراغِ خانہ ویرانِ من
از غمِ پنہاں نگفتن مشکل است — بادہ در مینا نہفتن مشکل است
مسلم از سرِ نبی بیگانہ شد — باز ایں بیت الحرم بتخانہ شد
نخش از پیشِ طبیباں بردہ ام — درحضورِ مصطفیٰؐ آوردہ ام
پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن — ایں خیاباں را زخارم پاک کن
اے کہ از احسانِ تو ناکس کس است — یک دعایت مزدِ گفتارم بس است

در عمل پائندہ تر گرداں مرا
آبِ نیسانم گہر گرداں مرا

توکل علی اللہ

کدرسب جیل - ۱۰ جون ۱۹۵۵ء

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

قرآن کریم میں عام مسلمانوں کو ہر قسم کی مصیبتوں، مخالفتوں اور مشکلوں میں خدا پر توکل اور اعتماد رکھنے کی بار بار ہدایت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم پر ہمیشہ ایک مسلمان کو بھروسہ رکھنا چاہیے اور مخالفین کی شرارتوں اور …ندہ غلط فہمیوں سے پراگندہ خاطر نہیں ہونا چاہیے بلکہ قرآن کی زبان میں انہیں سنا دینا چاہیے۔ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (کہو اللہ تعالیٰ ہی رحم کرنے والا ہے۔ ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسہ کیا۔ وقت آئے گا جب تم جان لوگے کہ کون گمراہ تھا)

قرآن کی اصطلاح میں توکل بے دست و پائی اور ترک عمل کا نام نہیں۔

بلکہ پورے عزم و ارادہ اور مستعدی سے اپنے موقف پر قائم رہنے اور نتیجے کو خدا کے بھروسے پر چھوڑ دینے کا نام ہے۔

جس طرح نبی اکرم صلعم اور ان کی امت کو ہر قسم کی مصیبتوں، مخالفتوں اور مشکلوں میں خدا پر توکل اور اعتماد رکھنے کی ہدایت بار بار ہوئی ہے، بعینہٖ پہلے پیغمبروں کی زبانوں سے اس تعلیم کا اعلان ہوتا رہا۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت موسیٰؑ وغیرہ اولوالعزم پیغمبروں کا حال بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو آشکارا کیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے لشکر اور شاہانہ سطوت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کو خدا ہی پر توکل کی تعلیم دی فرمایا يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ○ (اے میری قوم اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم فرماں بردار ہو) موسیٰؑ کی قوم نے بھی پوری ایمانی جرأت کے ساتھ جواب دیا۔ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (ہم نے خدا ہی پر بھروسہ کیا۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم قوم کے لیے آزمائش نہ بنا)

اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان اور بھروسہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ خداوند کریم نے بنی اسرائیل کی ہر تدبیر کو کامیاب بنایا اور فرعون کی تمام طاقت تتر بتر ہوگئی اور ایک بے بس اور مظلوم قوم کے مقابلے میں اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ چنانچہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ اصول ظاہر فرما دیا ہے مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

فَهُوَ حَسْبُهٗ (جو خدا پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کو کافی ہے) ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اس اصول پر دل وجان سے ایمان لائیں اور اپنے کاموں کے مشکلات میں نبی کریمؐ صالحین اور تمام اولوالعزم پیغمبروں کی طرح مخالفوں کی چالوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خدا پر ہی بھروسہ رکھیں اور پورے عزم و ارادے کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہیں۔

امیری میں فقیری میں شاہی میں غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا بے جرأتِ رندانہ

صحبتِ پیرِ روم مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سر بکف
مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا
غافلوں کے لئے پیغام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا
امتحاں ہے ترے ایثار کا خودداری کا
کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

والسلام ۔ خیر اندیش
شیخ محمد عبداللہ

اپنی سالگرہ (پچاسویں) پر پیغام

سب جیل کد   مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۵۵ء

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

ڈرو نہیں بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے

محترم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

محترمہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میری پچاسویں سالگرہ پر آپ نے جو مبارکبادی کا پیغام بھیجا ہے۔ اس کے لئے میرا دلی شکریہ قبول کیجئے۔

آدمی انسان اس وقت بنتا ہے جب وہ اپنی ذات کو ایسے مقصد سے وابستہ کرے جو خود اس کے وجود سے بلند تر ہو۔ جو شخص بامقصد اور نیک زندگی بسر کرتا ہے وہ ساری انسانیت کے لئے زندگی گذارتا ہے۔ انسانی مسرت کا راز خود غرضی اور نفس پرستی میں نہیں۔ بلکہ ایسے نصب العین کے حصول کی تلاش اور جستجو میں مضمر ہے جو اپنی ذات کے سوا دوسروں کی بھلائی کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ مخلوق کی عام زندگی کے سوز و ساز میں شریک اور ایسی اقدار حیات کی تخلیق میں ممد و معاون ہونا جس سے اجتماعی مفاد وابستہ ہو۔ حقیقی اخلاقی زندگی ہے۔

گذشتہ نصف صدی کا بیشتر حصہ میں نے اسی پاک مقصد کو لے کر گذارا۔ بھوک کی تکلیف، مال و دولت سے دست برداری، بال بچوں سے علیحدگی اور گھر بار سے دوری، الغرض کوئی بھی چیز میرے استقلال کے قدم کو ڈگمگا نہ سکی۔ آپ دعا کیجئے کہ میری شروع ہونے والی دوسری نصف صدی بھی اسی جہاد فی سبیل اللہ میں گذر جائے۔ انسانی ترقی و سعادت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جان و مال کی باطل محبت ہے۔ اگر یہ دونوں بت ہمارے سامنے سے ہٹ جائیں تو ہم کامل موحد ہو جائیں۔ اور پھر ہماری ترقی کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

مشکلات کے ہجوم، موانع کی کثرت اور پُرزور مخالفوں کی تدبیروں سے بے پروا ہو کر استحکام، عزم اور استقلال کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہ کر خدا کی مدد سے کام حسب خواہ نتیجہ پیدا ہونے کا دل میں یقین رکھیں ؎

دل ظالم بقصد کشتن ما است
دل مظلوم ما بسوئے خدا است
او دریں فکر تا مرا چہ کند
من در اندیشہ تا خدا چہ کند۔

والسلام
آپ کا مخلص
شیخ محمد عبداللہ

جان و مال کا بہترین مصرف کیا ہے؟

سب جیل گڈ ۔۔ مارچ

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

إِنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ

اللہ ہی کی بادشاہت زمینوں اور آسمانوں کی ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے۔ اور اس کے سوا تمہارا نہ کوئی ولی نہ مددگار۔ اللہ تعالی پر ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی محبوب ترین چیزوں کو اپنا نہ سمجھے بلکہ اللہ تعالی کا مال سمجھے۔ ایک انسان کے لئے دو ہی چیزیں سب سے پیاری ہیں۔ ایک جان دوسرا مال۔ جب تک وہ ان دونوں چیزوں کو اللہ کے ہاتھ فروخت نہ کرے تب تک دین و دنیا کی کامیابی کا مستحق نہیں بن سکتا۔ ایک انسان کو سمجھنا چاہیے کہ اس کی ان دونوں پیاری چیزوں کا اصلی مالک اللہ ہے اور وہ خود بحیثیت ایک امین کے ہے۔ لہذا صحیح مومن وہی ہو سکتا ہے جو ان دونوں چیزوں کو محض اللہ کی رضا میں صرف کرے۔ جو ایسا کرتا ہے اسی کے لئے اللہ تعالے نے جنت اور دنیا کی کامیابی کا وعدہ کیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ

احباب کے لیے صحت و سلامت ہوں گے۔

آج رمضان المبارک کا دن ہے۔ مبارک ہیں وہ انسان جن کو خدائے تعالے نے اس فرض کی ادائیگی کی توفیق عطا کی اور اس طرح اللہ تعالے کے اس عظیم الشان احسان کا شکریہ ادا کیا۔ جو اس نے اپنے پیغمبر صادق صلعم پر اس مہینے میں نزول قرآن کی صورت میں کیا۔

جس نے انسان کو شیطان سے فرشتہ اور ظلمانی سے نورانی بنایا۔ پستی و ذلت کے عمیق غار سے نکال کر اوج کمال تک پہنچایا۔ ان کی وحشت کو تہذیب و اخلاق سے، ان کی جہالت کو علم و معرفت، ان کی نادانی کو حکمت و دانائی سے اور ان کی تاریکی کو بصیرت اور روشنی سے بدل دیا۔ جس نے ان کی قسمتوں کے پانسے پلٹ دیئے اور فضل و دولت اور خیر و برکت کے خزانے سے ان کے کاشانوں کو معمور کر دیا جس نے ذرۂ بے مقدار کو آفتاب اور مشت خاک کو ہمدوش ثریا بنا دیا۔ قرآن پاک اپنے ان الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔

(اور یہ رمضان کا روزہ اس لئے فرض ہوا تاکہ تم اللہ کی بڑائی کرو کہ تم کو اس نے ہدایت دی اور تاکہ تم اس کا شکریہ ادا کرو۔)

جن مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی شکرگذاری کا یہ حق اس مہینے میں روزے تراویح، وتسابیح اور تلاوت قرآن کرتے ہوئے یا سنتے ہوئے ادا کیا۔ انہی کو حق پہنچتا ہے کہ اس پاک مہینے کے خاتمہ پر اللہ اکبر اللہ اکبر

لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کا ترانہ بلند کرتے ہوئے عیدگاہوں میں جائیں اور خوشی و مسرت کے ولولوں کے ساتھ عید کا دوگانہ شکر ادا کریں۔

بہر حال میری اور میرے ساتھیوں کی طرف سے دلی عید مبارک قبول فرمایئے اور اپنے تمام ساتھیوں اور احباب تک پہنچا کر شکریہ کا موقع بخشیں۔

والسلام

خیراندیش

(دستخط) شیخ عبداللہ

آزمائشوں سے انحراف

راہ حق سے منہ موڑنا

از سب جیل کد

مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۵۶ء

سے خانصاحب از نظر شدی بخشی دل ۔۔۔ بگو مت دعا و ثنا می فرست

مکرمی سلمہ اللہ تعالے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ عیدالفطر کی مبارکبادی کے لئے میرا دلی شکریہ

قبول کیجئے۔ قید خانہ میں میری یہ چوتھی عید الفطر ہے۔ فطرت کا اقتضا ہے کہ اس روز سعید پر عزیزو اقارب اور احباب کی جدائی طبیعت کے سکون کو پریشان کرے پھر خیال آتا ہے کہ دعوت عمل کے قبول کرنے کا لازمی نتیجہ تھا کہ راہ عمل کی یہ مشکلیں اور آزمائشیں پیش آئیں۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ
مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

ایک مومن کا مقصد صرف اللہ اور اس کی سچائی ہے۔ یہاں کی کوئی منزل اس کی منزل مقصود نہیں ہو سکتی۔ اس کی منزل مقصود تو یہ ہے کہ حق کی راہ میں چلتا رہے اور رکے نہیں۔ اس کا ہر قدم جو چلتا ہے تُندی ہے اور قدم جو رک گیا نامرادی

ساحل افتادہ گفت گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معلوم شد آہ کہ من چیستم
موج ز خود رفتہ تیز خرامیدہ گفت
ہستم اگر میروم گر نروم نیستم

دنیا میں جب کبھی کوئی فرد یا جماعت کسی مقصد کے لئے جدوجہد کرتی ہے تو اس کے سامنے امید بھی ہوتی ہے اور مایوسی بھی۔ کامیابی ہوتی ہے اور ناکامی بھی لیکن ایک مسلمان کی جدوجہد میں جو کچھ ہے امید و کامرانی ہی ہے۔ مایوسی اور ناامیدی نہیں کیونکہ وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کے لئے کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں چلتے رہنا اور جدوجہد میں لگے رہنا بجائے خود بہت بڑی کامیابی ہے۔ میری دعا

ہے کہ خدائے بزرگ و برتر تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین
جملہ احباب کی خدمت میں میرا اور میرے ہم قفس ساتھیوں کی طرف سے دلی عید مبارک پیش کیجئے۔

خیر اندیش
دستخط شیخ محمد عبداللہ

بڑی تکلیف سے بچنے کیلئے چھوٹی تکلیفوں کو برداشت کرنا ضروری ہے

سب جیل کُد - ۲۹ مئی ۱۹۵۶ء

مشفقم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

آپ کا خط مورخہ ملا۔ جواب میں اس لئے دیر لگی ہوئی کہ عید کے پیغامات کے جواب دینے میں مصروف تھا۔ امید ہے کہ آپ درگذر فرمائیں گے۔

الحمد للہ میں اور میرے ساتھی تا حال بخیریت ہیں اور آپ کی صحت و سلامتی کے لئے دست بدعا ہیں۔

فطرت کا قانون یہ ہے کہ ہم کسی بڑی تکلیف سے اسی وقت بچ سکتے ہیں

ایمان کی سب سے بڑی علامت

محبتِ الٰہی

سب جیل گڈ ۱۰ جون ۱۹۵۶ء

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ مرقومہ جون ملکر باعث مسرت ہوا۔ الحمد للہ ہم تاحال بخیریت ہیں اور صحت وسلامتی آں عزیز شب و روز نیک خواہاں ہیں۔

قرآن حکیم میں ایمان کی سب سے بڑی علامت اور نشانی محبت الٰہی کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا (اور جو ایمان لائے وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں)۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی محبت الٰہی میں سرشاری کی زندگی تھی آپ دعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ (الٰہی تو اپنی محبت کو میری جان سے، میرے اہل وعیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنا)

محبت کے معنی یہ ہیں کہ ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر ایک لمحہ چین نہ ملے۔ اس کی ساری زندگی اسی ایک مرکز پر آجائے۔ اس کا اٹھنا بیٹھنا اس کی نماز، اس کی عبادت۔ اس کا مرنا اور اس کا جینا صرف خداوند کریم کی رضا کے لئے ہو۔ اس کا بال بال پکارنے لگے: اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (بے شبہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اسی ایک عالم کے پروردگار اللہ کے لئے ہے) اس کے نفس کے تقاضے خاموش ہو جائیں۔ رضائے الٰہی اس کا مقصود ہو۔ وہ اپنے لئے رہنا چھوڑ دے۔ خدا کے لئے جینے لگے۔ یہی ارتقاءِ انسانیت کی آخری منزل ہے۔

حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کا قصہ سنایا کہ "یہ بزرگ کہیں دعوت میں بلائے گئے۔ وہاں قسم قسم کے کھانے تھے۔ ایک عمدہ قسم کا لذیذ حلوہ اس بزرگ کے قریب تھا۔ انہوں نے اس سے ایک چمچہ اٹھا کر منہ میں ڈالا۔ اچھا معلوم ہوا۔ لہذا دوسرا بھی اٹھا کر کھایا۔ فوراً خیال آیا کہ یہ دوسرا چمچہ خدا کے واسطے نہیں کھایا۔ لذت کو کھایا کہ دل کو پسند آیا تھا ابھی حلوہ منہ میں ہی تھا کہ اس بزرگ نے اپنی زبان کو دانتوں سے کاٹ لیا اور منہ سے خون جاری ہوا معتقدین پریشان ہوئے۔ سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ میں نے پہلے ایک چمچہ کھایا۔ تو لذیذ معلوم ہوا۔ دوبارہ ایک اور چمچہ منہ میں ڈالا خیال آیا کہ یہ کھانا خدا کے واسطے نہیں لذت کے لئے کھایا تھا لہٰذا سزائے نفس کے لئے اپنی زبان کاٹ لی (یعنی دانتوں سے چاب لی)

میں سے بعض افراد کو اپنی ناپاک اغراض کے لئے چن لیتی ہے۔ اُن کے اعزاز و اکرام میں مبالغہ کرتی ہے۔ یہ دولت و ثروت سے ان کو مالا مال کر دیتی ہے۔ اور پھر خود ان ہی کے ذریعہ اُن کی قوم پر ظلم و جبر کرتی ہے۔ اُن کے حقوق پر غاصبانہ تصرف کرتی ہے اور ان کی راہِ ترقی کو مسدود کر دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں قارون کا ذکر یوں آتا ہے:-

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ

(قارون موسیٰ کی قوم سے تھا اور اُن پر زیادتی کرتا تھا۔ اور ہم نے اتنا مال اس کو دیا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانی مشکل تھیں۔

قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی قوم کا ایک فرد تھا۔ مگر فرعون نے اس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اُسے قوت و طاقت دی اور دولت سے سرفراز کیا۔ اب اس کی ہر سعی و کوشش اور غور و فکر کا مرکز یہی تھا کہ فرعون کی حکومت مضبوط ہو۔ اور اسے استحکام ملے۔ اس کی اپنی قوم اس کے خلاف سر نہ اٹھا سکے۔ اسے اپنی طاقت پہ گھمنڈ تھا۔ سونے چاندی کے خزانوں نے اس کو مغرور و سرکش بنا دیا تھا۔ اس لئے وہ اپنی قوم پر ظلم کرتا۔ اور اُسے ابھرنے نہ دیتا۔ لوگوں نے اُسے سمجھایا کہ اپنی قوت و دولت پر فخر نہ کر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اس سے جو اللہ نے تجھے دیا ہے آخرت کی بہتری تلاش کر۔ دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلا۔ احسان کر جس طرح اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور ملک میں فساد کی خواہش نہ کر اور غیروں سے

مل کر اپنی قوم کے ساتھ غداری نہ کر۔ بلکہ قارون نے ان کی باتوں کی پروا نہ کی۔ اُس نے جواب دیا کہ سب کچھ مجھے اپنے علم و دانش سے ملا ہے۔ قرآن پاک آگے کہتا ہے۔ کہ جب قارون اپنی قوت و دولت کا مظاہرہ کرتا تھا۔ تو جو لوگ دنیا کی زندگی چاہتے تھے۔ وہ پکارتے تھے۔ کہ اے کاش! ہمارے لئے بھی اس کی مثل ہوتا جو قارون کو ملا ہے۔ وہ بڑا نصیب والا ہے۔ مگر جن لوگوں کو خدا نے علم دیا تھا۔ انہوں نے کہا۔ تم پر افسوس اللہ کا دیا ہوا بدلہ اس کے لئے بہتر ہے۔ جو ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔ اور یہ سوائے صبر کرنے والوں کے اور کسی کو نہیں (القصص) آخر جب قارون اپنی حرکات سے باز نہ آیا۔ تو مشیت الٰہی سے اس کے ساتھ وہی ہوا جس کا وہ حقدار تھا۔ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ (ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں نابود کر دیا تو خدا کے سوا کوئی جماعت اس کی مددگار نہ ہو سکی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔)

خدا تعالیٰ کا مقررہ قانون اٹل ہے۔ ہمیں اس کا یقین رکھنا چاہئے کہ جیسا ماضی میں ہوا ویسا ہی مستقبل میں بھی ضرور ہو کر رہے گا۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔)

آپ کا مخلص
شیخ عبداللہ

نے ان کی اس نافرمانی کی یہ سزا دی کہ چالیس سال تک وہ جنگلوں میں دربدر پھرتے رہے اور تب تک ارض مقدس کی پاک زمین میں ان کا داخلہ بند ہوا جب تک وہ تمام لوگ ختم نہ ہوئے جن کے دل و دماغ پر غلامی کے جراثیم مسلط ہو گئے تھے ۔

جب ہم آج کل اپنی قوم کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ایک نہیں ، درجنوں سامری نظر آ رہے ہیں جو مختلف حیلوں بہانوں سے قومی غلامی کے دن لمبے کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو ان کے شر سے بچائے ۔ آمین ۔ والسلام

خیر اندیش
شیخ محمد عبداللہ

انفرادی ذمہ داری

سب جیل کُد ۔ ۲۵ ۔ اگست ۱۹۵۶ء

شفیقم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۸ اگست ملا ۔ یاد آوری کے لئے شکریہ ۔ الحمد للہ میں اور میرے ساتھی تاحال بخیریت ہیں اور آپ کی صحت و سلامتی خداوند کریم سے نیک خواہاں ہوں ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات ٹھہرا کر اس کی فضیلت کا اعلان کر دیا ۔ اور فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ کہہ کر اس کا رتبہ بلند کر دیا ۔ اس کو اختیار دیا کہ وہ اپنے فکر و عمل سے حالات و حقائق میں تغیر کرے اور جو کچھ موجود ہے اس کو اس میں ڈال سکے جو ہونا چاہیے ۔ اسلام نے انسان کے تصور کو آزاد چھوڑ دیا ہے ۔ تاکہ اپنے ارادوں اور تصورات کو جتنا بلند وہ لینا چاہے ۔ لے سکے ۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں — ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں
تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں — یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر — چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں
اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا — کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

انفرادی ذمہ داری کی اہمیت پر اسلام نے بہت زور دیا ہے ۔ کیونکہ ذمہ داری آدمی کی عملی قوتوں کو ابھارتی ہے ۔ قرآن پاک نے ہر فرد بشر کو پوری طرح اس کے عمل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی انسان کو نہیں ملتا مگر وہ جس کے لئے وہ کوشش کرے دوسری جگہ فرمایا فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ یعنی جس نے ذرہ برابر بھلائی کی تو اس کا پھل پائے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی تو وہ اس کا نتیجہ دیکھ لے گا ۔ الغرض

وہی جہاں ہے تیرا جس کو تو کرے پیدا — یہ سنگ و خشت نہیں جو تیری نگاہ میں ہے

بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم کعبہ کی دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ بعض صحابہ نے مشرکین کے ظلم وستم کی شکایت کی کہ ہم یوں یوں ستائے جا رہے ہیں۔ آپ دعا نہیں کرتے۔ آپؐ نے خفا ہو کر فرمایا "تم سے پہلے دیندار آرے سے چیرے گئے ہیں لیکن وہ اس سے (یعنی اعلائے کلمۃ الحق) نہ ہٹے۔ لوہے کے کنگھے ان کے سروں میں کیے گئے کہ گوشت کو چیر کر ہڈی تک پہنچ گئے۔ پر تب بھی وہ اعلان حق سے باز نہیں آئے۔ اور قسم ہے اللہ کی یہ دین تو پھیلے گا یہاں تک کہ صنعا سے لے کر حضرت موسیٰ تک سوار امن میں جائے گا۔ لیکن تم جلدی کر رہے ہو" معلوم ہوا راہ حق میں جو بھی تکالیف پیش آئیں ان کو برداشت کرنا مومن کی صحیح نشانی ہے۔ زبانی دعوے ہی کافی نہیں۔ یہ آزمائش ہے جو ثابت قدم رہا وہ کامیاب ٹھیرا اور جس نے تکالیف اور مشکلات سے گھبرا کر اعلان حق سے گریز کیا وہ کاذب اور ناکام ٹھیرا ؎

بے جرأت رندانہ ہر عشق ہے روباہی   بازو ہے قوی جس کا وہ عشق ید اللّٰہی
جو سختی منزل کو سامان سفر سمجھے   اے وائے تن آسانی ناپید ہے وہ راہی

جملہ احباب کی خدمت میں ہمارا محبت بھرا دعا وسلام پہنچا دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

آپ کا خیر اندیش
شیخ محمد عبداللہ

محکومانہ زندگی کے اثرات اور اس کا غلام

سب جیل گڈھ   ۸ ستمبر ۱۹۵۶ء

برادر محترم سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فرعون کی قوم کے سرداروں نے اُسے کہا کہ کیا تو موسیٰؑ اور اس کی قوم کو چھوڑے گا کہ ملک میں برائی پھیلائیں۔ اور تجھے اور تیرے معبودوں کو ترک کر دیں۔ فرعون نے جواب دیا کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے (تاکہ وہ ہماری لونڈیاں بن کر رہیں) اور ہمیں ڈر کس بات کا ہے؟ وہ ہماری طاقت سے دبے ہوئے ہیں۔ تب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد مانگو۔ اس راہ پر جمے رہو۔ بلاشبہ زمین کی بادشاہت صرف خدا ہی کے لیے ہے۔ وہ اپنے بندوں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ اور انجام کار انہی کے لیے ہے جو متقی ہوں گے۔ قوم نے موسیٰؑ کو جواب میں کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے گئے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا کہ قریب ہے کہ تمہارے دشمن کو تمہارا پروردگار ہلاک کر دے۔ اور تمہیں ملک میں اس کا جانشین بنائے۔ پھر دیکھے تمہارے کام کیسے ہوں۔"

"کسی قوم پر محکومانہ زندگی کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ عزم و ہمت کی روح

کرسکتا ہے جس میں تین خصوصیتیں موجود ہوں ۔ اول ، اس کی زندگی کا کوئی پہلو پردے میں نہ ہو ۔ دوم ، ہر زبانی تعلیم کے مطابق اسکی اپنی عملی مثال بھی سامنے موجود ہو تاکہ ہر ذوق اور ہر رنگ کے اہلِ سخن اپنی اپنی استعداد کے مطابق اُس کی عملی مثالوں سے متاثر ہوں ۔ اور سوم ، اُس کی اخلاقی زندگی میں یہ جامعیت ہو کہ انسان کے ہر کارآمد گروہ کے لئے اپنے اندر پیروی اور اتباع کا سامان رکھتی ہو ۔ آیئے آج کی صحبت میں ہم اپنے ہادیٔ برحق جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو ان اصولوں پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ ان کی ولادت کا دن قریب آرہا ہے ۔

شروع سے لے کر آخر تک جب ہم سارے انبیاء اور مذاہب کے بانیوں کی پاک زندگیوں کو اس معیار پر پرکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں آج تک صرف ایک ذات مقدس ایسی گذری ہے جس کا زمانۂ زندگی اس طرح قلمبند ہوا کہ ایک طرف صحت کا یہ انتظام تھا کہ کسی صحیفۂ آسمانی کے لئے بھی نہ ہوسکا اور دوسری طرف تفصیل اور وسعت کے لحاظ سے یہ حالت ہے کہ اقوال و افعال ، وضع قطع ، شکل و شباہت ، رفتار و گفتار ، مذاق طبیعت ، انداز گفتگو ، طرز زندگی ، طریق معاشرت ، کھانے پینے چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے ، سونے جاگنے اور ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ ہو کر رہ گئی ۔ اس ذاتِ اقدس کا مولود مسعود ربیع الاول کے متبرک مہینے کی ۸ سے ۱۲ تاریخ کے درمیان دوشنبہ کے روز عرب کے مقدس شہر مکہ میں ہوا اور ان کا نام محمد رکھا گیا ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔

شمسۂ نہ مسند ہفت اختراں — ختم رسل خاتم پیغمبراں
احمد مرسل کہ خرد خاک اوست — ہر دو جہاں بستۂ فتراک اوست
امی و گویا بزبانِ فصیح — از الف آدم و میم مسیح
رسم ترنج است کہ در روزگار — پیش دہد میوہ پس آرد بہار

دنیا کا کوئی بھی بانیٔ مذہب یا پیغمبر ایسا نہیں جس کی اخلاقی زندگی کا ہر پہلو ہمارے سامنے اس طرح بے نقاب ہو کہ گویا وہ خود ہمارے سامنے موجود ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ۳۳ سالہ زندگی میں صرف تین برس کا حال دنیا کو معلوم ہے ۔ ان تین برس کے حالات میں سے بھی معجزات کے سوا کوئی اور حال بہت کم معلوم ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ دنیا کو معلوم ہے اُن کا ذریعہ صرف توریت ہے جو اُن کے تین سو برس بعد قلمبند ہوا ہے ۔ فارس کے مصلحانِ دین صرف شاہنامہ کے ذریعے سے روشناس ہیں ۔ اسی طرح ہندوستان اور چین کے مصلحان دین کی اخلاقی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہو تو معلوم ہوگا کہ اس کیلئے دنیا میں کوئی سامان ہی موجود نہیں ۔ کیونکہ ان کی اخلاقی زندگی کے ہر پہلو پر ناواقفیت کا پردہ پڑا ہوا ہے ۔ صرف جناب محمد الرسول اللہ کی زندگی ایسی ہے جس کا حرف حرف دنیا میں محفوظ ہے اور سب کو معلوم ہے کیونکہ ان کا خود حکم تھا کہ میرے ہر قول اور عمل کو ایک دوسرے تک پہنچاؤ ۔ محرمان راز کو اجازت تھی کہ مجھے جو کچھ خلوت میں کرتے دیکھو اس کو صحبت میں بھی برملا بیان کرو ۔

اخلاقی معلم کے کمال کی دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی تعلیم میں یہ تاثیر

ہو کہ دوسروں کو بھی اپنے فیض سے بہرہ مند کر سکے ۔ وہ خود کامل ہو اور دوسرے ناقصوں کو بھی کامل بناتا ہو وہ خود پاک ہو اور دوسرے ناپاکوں کو دھو کر پاک وصاف کر دیتا ہو۔ یہ تکمیل کی شان بھی سب سے زیادہ آخری داعی میں ہی آپ پائیں گے ۔ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیم کس قدر بلند تھی مگر جب امتحان کا وقت آیا تو پورے گیارہ شاگردوں میں سے ایک بھی ان کا ساتھ نہ دے سکا برعکس اس کے جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض دائرے سارا جزیرۂ عرب جو اخلاق کے پست ترین نقطہ پر تھا۔ ۲۳ برس کے قلیل عرصہ میں اخلاق کے اس اوج کمال پر پہنچا جس کی بلندی تک کوئی ستارہ آج تک نہ پہنچ سکا۔ اگر کسی مصلح میں تکمیل کی یہ تاثیر بھی ہو۔ پھر بھی دیکھنا یہ ہے کہ اس عالم کی تکمیل اور نظم و نسق کے لئے ایک ہی قوت کے انسانوں کی نہیں بلکہ سینکڑوں مختلف قوتوں کے انسانوں کی ضرورت ہے لیکن جب ہم انبیاء اور مصلحین پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ فضائل واخلاق کی کسی خاص صنف کے نمونے تھے حضرت موسیٰ اور حضرت نوح علیہما السلام کے اوراق تعلیم میں عفو عام کے صفحے خالی ہیں ۔ اس میں فوجی تعلیم کے سوا کوئی اور فن نمایاں نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۔ [illegible] صلح وعفو اور قناعت و تواضع کی تعلیم ملتی ہے ۔ حکومت فرماں روائی کے لئے جو اخلاقی فضائل درکار ہیں انجیل میں ان کا کہیں ذکر تک بھی نہیں ۔ [illegible] بدھ کے خانقاہوں میں [illegible] دنیا سے کنارہ کشی اور بھیک مانگنے کی تعلیم ملتی ہے ۔ لیکن جناب محمد الرسول اللہ کی درسگاہ میں آکر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ بہت بڑی درسگاہ

ہے جس میں انسانی ترقی کی ہر قوت نشو و نما پا رہی ہے خود مصلح کی ذات ایک پوری درسگاہ ہے جس کے اندر علم وفن کا ہر شعبہ اپنی جگہ قائم ہے اور ہر جنس اور مذاق کے طالب العلم آتے ہیں اور اپنے اپنے ذوق اور اپنے اپنے کمال کے مطابق کسب کمال کر رہے ہیں ۔

خط سبز ولب لعل و رخ زیبا داری
حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
شیوۂ شکل وشمائل حرکات و سکنات
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی حیثیت ایک انسان ، ایک باپ ، ایک شوہر ، ایک دوست ، ایک خانہ دار ، ایک کاروباری تاجر ، ایک افسر ، ایک حاکم ، ایک قاضی ، ایک سپہ سالار ، ایک بادشاہ ، ایک استاد ، ایک واعظ ، ایک مرشد ایک زاہد و عابد اور آخر ایک پیغمبر کی نظر آتی ہے ۔ یہ تمام انسانی طبقے آپ کے سامنے آکر زانوئے ادب تہہ کرتے ہیں اور اپنے اپنے پیشہ و فن کے مطابق آپ کی تعلیمات سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں ۔ مدینۃ النبی کی یہ [illegible] کے پتوں اور ستونوں سے کھڑی کی گئی تھی اور اس کو مسجد نبوی کا نام دیا گیا تھا ۔ اس کے الگ الگ گوشوں میں ان انسانی جماعتوں کے الگ الگ حلقے قائم ہوتے تھے ۔ کہیں ابوبکرؓ ، عمرؓ ، عثمانؓ ، علیؓ جیسے فرماں روا زیر تعلیم تھے ۔ کہیں طلحہؓ وزبیرؓ اور [illegible] تھے ۔ حساب لئے [illegible] میں [illegible] خالدؓ ، ابوعبیدہؓ ، سعد بن وقاصؓ ، عمرو بن العاصؓ جیسے سپہ سالار

زیرِ تربیت ہیں۔ کہیں یا وہ ہیں جو بعد کو بے مثل عالم، عدالتوں کے قاضی اور قانون کے مقنن بنے۔ کہیں۔ کہیں اُن زاہد و عابد انسانوں کا اجتماع ہے جن کے دن روزوں اور عبادت الٰہی میں کٹتے ہیں۔ کہیں ابوذرؓ و سلمان فارسیؓ جیسے خرقہ پوش ہیں جو شیخ اسلام کہلاتے ہیں۔ کہیں صُفّہ والے طالب العلم نظر آتے ہیں جو جنگل سے لکڑ لا کر بیچتے اور گذارہ کرتے تھے اور دن رات علم کی طلب میں مصروف رہتے تھے۔ کہیں حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت جیسے فقیہ و محدث تھے جن کا کام علم کی خدمت اور اشاعت تھا۔ ایک جگہ غلاموں کی بھیڑ ہے تو دوسری جگہ آقاؤں کی محفل۔ کہیں غریبوں کی نشست ہے اور کہیں دولت مندوں کی مجلس ہے۔ مگر ان سب میں ظاہری عزت اور دنیاوی اعزاز کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی۔ سب مساوات کی ایک ہی سطح پر اور صداقت کی ایک ہی شمع کے گرد پروانہ وار جمع ہیں۔ سب پر توحید کا یکساں نشہ چھایا اور سینوں میں حق پرستی کا ایک ہی ولولہ موجیں لے رہا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آج بھی مسلمانانِ عالم اسی دربارِ عالیہ کے خوشہ چینوں میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر اللہ کرتا ہو۔ رسول اللہؐ کا عمدہ نمونہ موجود تھا) مگر کتنے ہیں وہ جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اس نمونہ کے مطابق ڈھالا ہے؟ دربارِ نبویؐ سے ہمیں حکم ملا تھا اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ۔ مگر کتنے ہیں جو اپنے نفس اور خواہش کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے آپ کو نظر آ رہے ہیں؟ کتنے ہیں جو نبی اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ کسی ظالم قوت کے سامنے انصاف کی بات کہنے کی جرأت کرتے ہیں؟ اقبال مرحوم کیا خوب فرما گئے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں | اُمتی باعثِ رسوائیٔ پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں | تھا براہیم پدر اور پسر آزر ہیں

بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا بت بھی نئے تم بھی نئے

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو | نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو | بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

نماز کی ادا میں جہاد ہر مسلمان کو ہر وقت پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے محمد رسول اللہؐ کے ہر امتی کو چاہیے کہ دین کی حمایت، حق کی نصرت

زیر تربیت ہیں۔ کہیں یا وہ ہیں جو بعد کو بے مثل عالم، عدالتوں کے قاضی اور قانون کے مقنن بنے۔ کہیں۔ کہیں اُن زاہد و عابد انسانوں کا اجتماع ہے جن کے دن روزوں اور عبادت الٰہی میں کٹتے ہیں۔ کہیں ابوذر رضؓ و سلمان فارسی رضؓ جیسے خرقہ پوش ہیں جو شیخ اسلام کہلاتے ہیں۔ کہیں صُفّہ والے طالب العلم نظر آتے ہیں جو جنگل سے لکڑ لاکر بیچتے اور گذارہ کرتے تھے اور دن رات علم کی طلب میں مصروف رہتے تھے۔ کہیں حضرت علی رضؓ، حضرت عائشہ رضؓ، حضرت ابن عباس رضؓ، حضرت ابن مسعود رضؓ اور حضرت زید رضؓ بن ثابت جیسے فقیہ و محدث تھے جن کا کام علم کی خدمت اور اشاعت تھا۔ ایک جگہ غلاموں کی بھیڑ ہے تو دوسری جگہ آقاؤں کی محفل۔ کہیں غریبوں کی نشست ہے اور کہیں دولت مندوں کی مجلس ہے۔ مگر ان سب میں ظاہری عزت اور دنیاوی اعزاز کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی۔ سب مساوات کی ایک ہی سطح پر اور صداقت کی ایک ہی شمع کے گرد پروانہ وار جمع ہیں۔ سب پر توحید کا یکساں نشہ چھایا اور سینوں میں حق پرستی کا ایک ہی ولولہ موجیں لے رہا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

آج بھی مسلمانان عالم اسی دربار عالیہ کے خوشہ چینوں میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ

وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا ط (تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر اللہ کرتا ہو، رسول اللہؐ کا عمدہ نمونہ موجود تھا) مگر کتنے ہیں وہ جنہوں نے اپنی زندگیوں کو اس نمونہ کے مطابق ڈھالا ہے؟ دربار نبویؐ سے ہمیں حکم ملا تھا اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ۔ مگر کتنے ہیں جو اپنے نفس اور خواہش کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے آپ کو نظر آرہے ہیں؟ کتنے ہیں جو نبی اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ کسی ظالم قوت کے سامنے انصاف کی بات کہنے کی جرأت کرتے ہیں؟ اقبال مرحوم کیا خوب فرما گئے ہیں

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں — اُمتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں — تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
حرم کعبہ نیا بت بھی نئے تم بھی نئے

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو — نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن، تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو — بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

غرض دنیا میں جہاد ہر مسلمان کو ہر وقت پیش آسکتا ہے۔ اس لئے محمد رسول اللہؐ کے ہر اُمتی کو چاہیے کہ دین کی حمایت، حق کی نصرت

غریبوں کی مدد، زیردستوں کی امداد، اقامتِ عدل، ردِّ ظلم اور سنتِ نبویؐ کی تعمیل میں ہمہ تن اور ہر وقت لگا رہے۔ یہاں تک کہ اس کی زندگی کی ہر جنبش و سکون بنے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

طالبِ دعا
شیخ محمد عبداللہ

ایمان کی کسوٹی

سب جیل کُد ۵ ستمبر ۱۹۵۵ء   برادرِ عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایمان کا تقاضا اور دشمنوں سے موالات ایک ساتھ نہیں رہ سکتے اگر باپ اور بھائی بھی دشمنوں میں سے ہوں جب بھی ایک مومن کو ان سے کوئی علاقہ نہیں رکھنا چاہیے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ) اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وائے پیغمبر صلعم مسلمانوں سے کہہ دے کہ اگر ایسا ہے کہ تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی تمہاری بیویاں، تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے تمہاری تجارت جس کے ماند پڑ جانے سے ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں اس قدر پسند ہیں۔ یہ ساری چیزیں تمہیں اللہ سے اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمہارے سامنے آئے اور اللہ فاسقوں پر کامیابی اور سعادت کی راہ نہیں کھولتا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انسان کی دنیاوی زندگی کی الفتوں کے یہ سب رشتے یہی آٹھ ہیں۔ یعنی (۱) والدین کی محبت (۲) اولاد کی محبت (۳) بھائیوں کی محبت (۴) بیوی کی محبت (۵) برادری کی محبت (۶) مال دنیا کی محبت (۷) تجارت اور (۸) مکانات اور جائداد کی محبت۔ اگرچہ یہ سب اپنی جگہ مطلوب اور ضروری ہیں۔ لیکن اگر محبت ایمانی اور ان میں مقابلہ ہو جائے تو پھر مومن وہ ہے جس پر ان تمام الفتوں میں سے کسی کا جادو نہ چل سکے اور کوئی علاقہ اسے اتباعِ حق سے روک نہ سکے۔

سبحان اللہ! قرآن فطرتِ انسانی کی کمزوریوں کا کس طرح کھوج لگاتا ہے؟ فرمایا "اور تجارت جس کے ماند پڑ جانے کا تمہیں ڈر لگا رہتا ہے" یعنی عزم و مقاصد کی راہ میں جب کبھی قدم اٹھایا جائے گا۔ ناگزیر ہے کہ صورتِ حال بدل جائے گی اور عارضی طور پر کاروبار ضرور بگڑ جائے گا۔ مال و جائداد کے